Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے

روزنامہ الفضل ربوہ
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
فون: ۴۴۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی
جلد ۷۸/۴۳ سوموار: ۲۹۔ شعبان ۱۴۱۳ھ، ۲۲۔ تبلیغ ۱۳۷۲ ہش، ۲۲۔ فروری ۱۹۹۳ء نمبر ۴۵

غریب اور بے سہارا بندوں کی ہمدردی

خدا کو پانے کے لئے کامل عجز اختیار کرنا ضروری ہے۔ اور خدا کے عاجز بندوں سے تعلق بڑھانا ضروری ہے۔ خدا کے غریب اور بے سہارا اور کمزور بندوں کیلئے دل میں گہری ہمدردی کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ یہاں تک کہ آپ ان کے ساتھ ہو جائیں۔ ان میں سے اپنے آپ کو شمار کرنے لگیں۔ ان کے دُکھ بانٹنے لگیں۔ اپنے سُکھ ان کے ساتھ بانٹنے لگیں۔

(ارشاد حضرت امام جماعت احمدیہ۔ الرابع ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز)

ارشادات حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

"شریعت نے دو ہی حصے رکھے ہیں۔ ایک حق اللہ اور دوسرا حق العباد۔ حق اللہ کیا ہے؟ یہی کہ اس کی عبادت کرنا اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا اور ذکر اللہ میں لگے رہنا، اس کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کرنا، اس کے محرمات سے بچتے رہنا وغیرہ۔

حق العباد کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی پر ظلم نہ کرنا اور کسی کے حقوق میں دست اندازی نہ کرنا، جہاں اس کا حق نہیں ہے۔ جھوٹی گواہی نہ دینا وغیرہ۔

اب یہ دونوں امر ایسے مشکل ہیں کہ تمام گناہ، جرائم، معاصی اور دوسری طرف تمام نیکیوں کے اصول اسی میں آگئے ہیں۔ کہنے کو تو ہر ایک کہہ لیتا ہے کہ میں اپنی قوت سے گناہ سے بچ سکتا ہوں مگر انسان فطرت سے الگ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ فطرتِ انسانی کسی کپڑے کا دامن تو ہے نہیں کہ پلید ہوا تو کاٹ کر الگ کر دیا جا سکے۔ فطرت رُوح کا پیدائشی جزو ہے۔ پس جبکہ انسانی فطرت میں ہی یہی رکھا گیا ہے کہ انسان انہی امور سے خائف ہوتا اور پرہیز کرتا ہے۔ جن کو وہ اپنی ہلاکت کا باعث اور مضر یقین کرتا ہے۔ کسی نے کوئی نہ دیکھا ہو گا کہ سٹر کنیا کو باوجود سٹر کنیا تسلیم کرنے کے دانستہ استعمال کرے یا سانپ کو سانپ یقین کرتے ہوئے ہاتھ میں پکڑ لے یا ایک طاعون زدہ گاؤں میں جہاں مُوتا مُوتی کا بازار گرم ہے خواہ مخواہ جا گھسے۔ اس اجتناب اور پرہیز کی وجہ کیا ہے۔ یہی کہ ان باتوں کو وہ مہلک یقین کرتا ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۵۹۳-۵۹۴)

سانحۂ ارتحال

محترم شیخ لطیف الرحمٰن صاحب

۱۶ اور ۱۷ فروری کی درمیانی شب فضل عمر ہسپتال میں وفات پا گئے۔ ان کی عمر ۸۰ برس تھی ان کو ۳ فروری کو دل کا دورہ پڑا۔ جس کے بعد انہیں ہسپتال میں داخل کیا گیا۔

محترم شیخ لطیف الرحمٰن صاحب حضرت شیخ عظیم الرحمٰن کے بیٹے، حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی یکے از ۳۱۳ رفقاء کے بڑے نواسے اور حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پور یکے از رفقاء ۳۱۳ کے بڑے پوتے تھے۔ آپ کے پسماندگان میں آپ کی بیوہ محترمہ شاکرہ صاحبہ اور بیٹا ڈاکٹر سلیم الرحمٰن حال کینیڈا ہیں۔

محترم شیخ لطیف الرحمٰن صاحب سلسلہ کے مخلص خادم تھے۔ مختلف دفاتر میں خدمات بجا لاتے رہے۔ ان کا جنازہ ۱۷ فروری کو عصر کے بعد محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب ناظر اصلاح و ارشاد نے پڑھایا جس کے بعد بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر علالت کے باوجود فیصل آباد سے تشریف لائے۔ اور جنازہ میں شامل ہوئے۔ احباب کرام سے محترم شیخ لطیف الرحمٰن صاحب کی بلندیٔ درجات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

ضروری اعلان

مکرم ڈاکٹر قریشی لطیف احمد صاحب، مورخہ ۲۲۔ فروری ۱۹۹۳ء کو مغرب کے بعد قیادت صحت جسمانی کے تحت انصار اللہ مرکزیہ کے ہال میں حفظانِ صحت اور دل کی بیماریوں کے بارہ میں تقریر کریں گے۔ امید ہے کہ احباب اس اجلاس میں شمولیت فرمائیں گے۔

قائد صحت جسمانی
مجلس انصار اللہ۔ پاکستان

تقویٰ کامیابی کا گُر ہے

اقتباس از خطبہ فرمودہ حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی

ایک بزرگ نے تقویٰ کی یہ تعریف بیان کی ہے کہ ایک شخص نے کھلے کھلے کپڑے پہنے ہوئے ہوں جو ادھر اُدھر لٹکتے جا رہے ہوں اور اس نے ایک ایسے تنگ راستہ سے گزرنا ہو جس سے صرف ایک ہی شخص گزر سکتا ہے اور اس راستہ کے دونوں طرف خار دار جھاڑیاں ہوں جن کے کانٹے قدم قدم پر اس کے کپڑوں کو کھینچتے ہوں۔ ایسی جگہ سے جس طرح اپنے تمام کپڑے سمیٹ کر صحیح و سلامت گزر جاتا ہے اور اپنے کپڑوں کو پھٹنے نہیں دیتا اسی طرح وہ شخص جو اپنی زندگی میں دنیا کی تمام آلائشوں اور تمام گندوں اور تمام ناپاکیوں سے گزر جائے اور اپنے کپڑوں کو ناپاک نہ ہونے دے اسی کا نام تقویٰ ہے۔ پس کہنے کو تو یہ فقرہ آسان ہے مگر درحقیقت نہایت مشکل ہے اور اس راستہ پر چلنا ہر ایک انسان کا کام نہیں کیونکہ اس کے حصول کے لئے انسان کو بہت سی کوششوں اور ریاضتوں کے کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن جو شخص ہمت کرتا ہے وہ ضرور کامیاب بھی ہو جاتا ہے اور صرف یہی ایک طریق ہے جس سے انسان دنیا میں اپنے کاموں اور ارادوں میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی فرماتا

باقی صفحہ ۶ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی۔ ربوہ
قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۲۲- تبلیغ ۱۳۷۲ ہش ۲۲- فروری ۱۹۹۳ء

بوسنیا کے مظلومین

ہمارے دل میں تو ساری دنیا کا درد ہے۔ کوئی کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ اس کا مسلک کچھ بھی ہو۔ اس کی نسل اور اس کا رنگ کچھ بھی ہو۔ اگر وہ تکلیف میں ہے تو ہمیں تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ ہم اس کیلئے کچھ کر سکتے ہیں تو ضرور کریں گے اور اگر مادی صورت میں کچھ نہیں کر سکتے تو خدا تعالیٰ کے آگے دامن تو پھیلائیں گے کہ اس کے متعلق کچھ کرنے کی ہمیں توفیق دے اور ہاتھ بھی پھیلائیں گے کہ شائد ہماری دعائیں اسکی تکلیف دُور کرنے کا باعث بن جائیں۔ ہمیں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ۔ اللہ تعالیٰ آپ پر ہمیشہ سلامتی نازل فرماتا رہے۔ کی یہی تعلیم ہے حضور نے ہماری توجہ اسی طرف مبذول فرمائی ہے کہ دُکھی کی مدد کی جائے چاہے وہ کسی ہی مذہب سے تعلق رکھتا ہو اور چاہے اس کا رنگ اور نسل کچھ ہی ہو۔

اور اب ہمارے پیارے امام۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی اپنے خطبات میں ہمیں بار بار اس امر کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ حضور نے اس سلسلہ میں ایک عالمی تنظیم کے قیام کا بھی ارشاد فرمایا ہے جس میں سب لوگ شامل ہوں اور سب لوگوں کی امداد اور تکالیف کے مداوا کی کوشش کریں۔ فوری طور پر حضور نے بوسنیا کے مظلومین کی امداد کا بیڑا اٹھایا ہے۔ دنیا بھر کی احمدی جماعتوں کو اس سلسلہ میں ہر ممکن امداد دینے کی تلقین فرمائی ہے۔ حضور نے مالی امداد کے علاوہ دلی محبت اور ہمدردی کے مظاہرے کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے حضور کے ارشاد کی روشنی میں ساری جماعت اس وقت اپنی استعداد کے مطابق بوسنیا کے مظلومین کی طرف توجہ دے رہی ہے۔ ایک بات جو دنیا بھر کے انصاف پسند لوگوں کیلئے خوشی کا باعث ہوگی یہ ہے کہ حضور نے فرمایا ہے کہ اگرچہ بوسنیا میں زیادہ تر مظلومین تو مسلمان ہیں۔ لیکن وہاں کے بعض عیسائیوں پر بھی ظلم ہوا ہے وہ بھی لُٹ پٹ گئے ہیں۔ ان کے گھر بھی جلائے گئے ہیں اور برباد کئے گئے ہیں۔ وہ بھی قتل و غارت کا نشانہ بنے ہیں۔ وہ بھی ہماری توجہ چاہتے ہیں۔ آخر وہ انسان ہیں۔ اور انسانیت کے ناطے ہمارا فرض ہے کہ ان کی امداد کریں۔

بوسنیا کے مسلمان خاص طور پر۔ اور عمومی رنگ میں کسی اور مذہب کے لوگ بھی۔ جو ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں ہماری امداد کے محتاج ہیں۔ حضور کے ارشادات کی روشنی میں بہت کچھ کیا جا رہا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بھی زیادہ کچھ کرنے کی توفیق دے اور ہماری حقیر قربانیوں کو قبول فرمائے۔

کسی کا رنگ کیا ہے نسل کیا ہے
ہمارے سوچنے کی بات کیوں ہو
ہر اک انسان کو انسان سمجھو
کوئی بھی ذات اعلیٰ ذات کیوں ہو

ابوالاقبال

مجھ کو بھی شفق شمار کر لے
سورج! مجھے ہم کنار کر لے

منصور ہوں آخری صدی کا
سولی مرا انتظار کر لے

صحرا کے سکوت سے نہ گھبرا
جو نام بھی لے پکار کر لے

یہ خاک اور خون کا سمندر
دن ڈھلنے سے پہلے پار کر لے

شاید کوئی اس طرف سے گذرے
دیوار کو سایہ دار کر لے

اتنا بھی بڑھا نہ داستاں کو
سچی ہے تو اختصار کر لے

آواز کو چھوڑ دے یہیں پر
لفظوں کی خلیج پار کر لے

اتنا بھی برس نہ اپنے اندر
اشکوں کو نہ آبشار کر لے

تصویر کو دیکھ کر سنبھل جا
آئینے کا اعتبار کر لے

ہے جرم عظیم اگر محبّت
اس جرم کو ایک بار کر لے

خوشبو کو ہے اختیار مضطرؔ
جو رنگ بھی اختیار کر لے

چوہدری محمد علی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Religious intolerance

M.H. Muzaffar Waraich

Since our inception as an independent nation, religious intolerance in our country has been on the rise. In our recent past we have come to witness such attitudes, among a wide cross-section of the society, which are neither warranted by our history nor supported by our religion.

Here, due to the paucity of space. I will restrict myself only to two recent incidents i.e. 1) our reaction, as a society, to the Babri Mosque crisis and 2) the extent to which intolerance has crept into our legal system, as was witnessed during a recent controversy in a case which came to involve the superior courts of our country.

Discussing, first, the Babri Mosque episode, one cannot help remarking that our behaviour as a nation, could only be categorised as extremely immature and irresponsible. Temples were damaged and demolished by angry rioters. Minorities, particularly the Hindus, were harassed. Little foresight was witnessed. The element of sentimentality in our reaction was dominant.

For example, the famous 'Jain Mandir' in Lahore was pulled down and the crossing at which it stood is now known as 'Babri Chowk'. Such actions obviously do not serve any purpose except for providing a rather dangerous outlet for social frustrations. Even more lamentable than these occurrences were the demolitions undertaken by the state itself.

As, for example, was reported by eye-witneses in the case of the temple near Nila Gumbad in Lahore, which was reportedly demolished by 'official bulldozers'.

All these activities seem all the more bizarre when one observes the fact that, historically, the attitude of the Muslims towards other religious groups in the subcontinent had been quite generous.

When Muhammad bin Qasim conquered Sindh, his attitude towards the Hindus was most conciliatory. His political and administrative arrangements in general and his religious settlements in particular were aimed at protecting the rights of the Hindus.

He let the nobility continue to function as the official bureaucracy and reposed full confidence in them. In doing so he was only developing the tradition set by Hazrat Umar (R. A). As regards the religious rights of Hindus, he followed a similar approach. At that time the question of letting the non-Muslims repair their places of worship also came up. Muhammad bin Qasim referred the question to Damascus.

The ulema of Damascus, after due consideration, gave the permission to let the non-Muslims repair their places of worship. The principle was therefore adopted in Qasim's religious settlement with the non-Muslims. This came to be known as the 'Brahamanabad settlement' and the principles incorporated therein were followed, after even more liberal interpretations, by almost all the later Muslim rulers.

What those rulers, like Iltutmish and Akbar, were able to understand, and what we have not yet been able to grasp, was the fact that due to the multiplicity of creeds and races in our region, the state should maintain a neutral posture and pursue a nondiscriminatory policy, as regards religious matters. The policy of those kings was pragmatic and in the long run it favoured the spread of Islam by not invoking any reaction on the part of non-Muslim communities of India.

Unfortunately, in the case of Babri Mosque our stance against Hindus in Pakistan was not same. It helped fan such anti-Muslim riots in India, which were still raging ruthlessly. The policies being pursued these days, like the one aimed at the identification of minorities members through their ID cards, should also be reviewed in the light of the wisdom of our forefathers.

Now coming to the legal case I mentioned at the beginning, one is surprised to see that in our country the attitude of intolerance towards minorities has begun to interfere even with the dispensation of justice. The story as reported in the press-- *The News* 06 Jan 93) goes as follows.

"Some time ago the head of an Ahmedi family was arrested at the marriage function of one of his children. He was arrested under the Ordinance 20 of 1984, which forbids Ahmedis from calling themselves Muslims and their places of worship, mosques. The Ordinance also forbids them from reciting 'Azan' (call for prayer). In this case the crime committed was that the particular family had made use of the name of Allah and of Darood-o-Salaam, on invitation cards printed for the marriage ceremony. The Lahore High Court had refused to grant bail, but the decision was recently reversed by the Supreme Court of Pakistan."

Analysing the whole episode, the question arises that do we, as a majority, need to feel so insecure.

And does our religion itself warrant such narrow-minded approach to the rather academic issues like the use of Darood-o-Salaam by non-Muslims. It is a known fact that many Hindu poets have composed Naats in praise of the Holy and the Last Prophet (PBUH) and famous men like Napoleon, Bernard Shaw, Thomas Carlyle, Bertrand Russel, Arnold Toynbe and numerous others have eulogised Mohammad (PBUH) and Islamic virtues in their writings. They, too, were all non-Muslims. Should they have been punished. I end this article a bit abruptly by giving food for thought to my Muslim brothers, who should contemplate on the following verse from the Quran:-

"And exalted thy fame" (Inshirah 4).

THE FRONTIER POST

Monday February 8, 1993

کس نے کیا کہا

فرنٹیئر پوسٹ
۸- فروری ۱۹۹۳ء

ایم ایچ مظفر وڑائچ فرنٹیئر پوسٹ کے ۸ فروری ۱۹۹۳ء کے شمارے میں کہتے ہیں کہ جب سے ہم نے ایک آزاد قوم کی حیثیت حاصل کی ہے ہمارے ہاں مذہبی ناروا داری بڑھتی چلی گئی ہے اور ماضی قریب میں تو ہم نے ایسے رویے بھی دیکھے ہیں اور یہ رویے زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں دیکھے گئے ہیں۔ جن کی نہ تو ہماری تاریخ میں مثال ملتی ہے نہ ہمارا مذہب ان کی پشت پناہی کرتا ہے چونکہ جگہ کی قلت ہے اس لئے میں صرف دو واقعات پیش کرنے پر اکتفا کروں گا۔ (نمبر ۱) بطور معاشرے کے ہمارا بابری مسجد کے سانحے پر ردِ عمل۔ (نمبر ۲) ناروا داری ہمارے قانونی سسٹم میں کس حد تک نفوذ کر چکی ہے جیسا کہ ایک حالیہ واقعہ میں دیکھا گیا۔ اس واقعہ میں ملک کی اعلیٰ عدالتوں تک معاملہ پہنچا۔

پہلے بابری مسجد کے سانحے کی بات ہو جائے جو ہم نے قومی طور پر اس سلسلے میں رویہ دکھایا ہے اُسے انتہائی طور پر ناپختہ اور غیر ذمہ دارانہ کہا جا سکتا ہے۔ مندروں کو نقصان پہنچایا گیا اور شدید غصے سے بھرے ہوئے فسادات کرنے والوں نے ان کو منہدم بھی کیا۔ اقلیتوں کو خاص طور پر ہندوؤں کو پریشان کیا گیا۔ فراست کا تو کسی طرح بھی مظاہرہ نہیں ہوا۔ ہمارے ردِ عمل میں جذبات کا عنصر غالب رہا مثال کے طور پر آپ لاہور کے جین مندر کو لیجئے جسے منہدم کیا گیا اور جس چوک پر یہ تعمیر شدہ تھا اُسے اب بابری چوک کہا جاتا ہے ایسی باتیں یقیناً ہمارا کوئی مقصد پورا نہیں کر سکتیں سوائے اس کے کہ سماج کے دبے ہوئے جذبات کا خطرناک لاوا پھوٹ پڑے اور ان سے بھی زیادہ قابلِ افسوس یہ ہے کہ حکومت نے بھی بعض جگہوں کے انہدام میں حصہ لیا مثال کے طور پر چشم دید گواہوں نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک مندر جو لاہور میں نیلا گنبد کے قریب تعمیر شدہ تھا اُسے سرکاری بلڈوزروں نے منہدم کیا یہ تمام کام ایسے ہیں جنہیں غیر ذمہ دارانہ کہا جا سکتا ہے خاص طور پر اگر ہم اپنے تاریخی اسلامی رویے کو دیکھیں جس کا اظہار دیگر مذاہب کے لوگوں کے سلسلے میں ہوتا رہا ہے اور وہ بھی اسی برصغیر میں جس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ خاصا روادارانہ تھا جب محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا تو ہندوؤں کے متعلق ان کا رویہ نہایت روادارانہ تھا اُن کے سیاسی اور انتظامی کام اور ان کے مذہبی امور سے تعلق رکھنے والی باتیں ہندوؤں کے حقوق کی حفاظت ہی کے سلسلے میں تھیں۔ انہوں نے شرفاء کو اسی طرح بیوروکریسی میں عہدے دیئے رکھے اور اُن پہ پورے پورے اعتماد کا اظہار کیا۔ اور ایسا کرنے میں انہوں نے ان روایات کو جاری رکھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شروع کی تھیں جہاں تک ہندوؤں کے مذہبی حقوق کا تعلق ہے۔ انہوں نے یہی رویہ اپنایا۔ جیسے غیر مسلمانوں کے سلسلے میں یہ خیال بھی پیدا ہوا کہ انہیں اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی عبادت گاہوں کی مرمت کریں محمد بن قاسم نے یہ معاملہ دمشق فیصلے کے لئے بھیجا۔ دمشق کے علماء نے غور و فکر کے بعد کہا کہ غیر مسلموں کو اپنی عبادت گاہوں کی مرمت کرنے کی اجازت دی جانی چاہیئے۔ یہی اصول بعد میں محمد بن قاسم نے غیر مسلموں کے ساتھ مذہبی امور کے سلسلے میں روا رکھا۔ چنانچہ اسے برہمن آباد کہا گیا اور اس کے بعد تمام مسلمان حاکموں نے اس اصول کو اپنا کر اس پہ پوری طرح عمل کیا۔ التمش اور اکبر نے اس اصول کو سمجھا اور جو ابھی تک ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ یہ حقیقت تھی کہ جہاں پر کئی مذاہب کے لوگ اور کئی نسلوں کے لوگ بستے ہوں وہاں پر غیر جانبدارانہ رویہ اپنانے کی ضرورت ہوتی ہے اور کسی کے ساتھ ناروا امتیازی سلوک نہیں کیا جانا چاہیئے۔ خاص طور پر مذہبی معاملات میں۔ ان بادشاہوں کی پالیسی عقلمندانہ تھی اور اسی نے نتیجتہً اسلام کو فروغ دیا۔ کیونکہ غیر مسلموں نے مزاحمت کی ضرورت نہیں سمجھی۔ بدقسمتی سے بابری مسجد کے سلسلے میں پاکستان میں ہندوؤں کے ساتھ اسی رویے کا اظہار نہیں کیا گیا۔ اس موقعہ پر ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف مزید جذبات بھڑک اُٹھے جو ابھی تک اپنا کام دکھا رہے ہیں۔ جو پالیسیاں آج تک اختیار کی جا رہی ہیں جن کے ذریعے اقلیتوں کا تشخص الگ کیا جا رہا ہے خاص طور پر شناختی کارڈ کے ذریعے ان پر ہمیں نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے اور ایسا کرنے کے لئے ہمیں اپنے آباء و اجداد کی فراست کو سامنے رکھنا چاہیئے۔

باقی صـ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گوپی چند نارنگ

املاء نامہ

ہمیں گوپی چند نارنگ کی ایک کتاب املانامہ ملی ہے۔ پہلے گوپی چند نارنگ کے متعلق ڈاکٹر صفدر آہ کی رائے ملاحظہ کیجیے (یہ تعارف کتاب نما کے جنوری ۱۹۷۵ء کے شمارہ میں شائع ہوا تھا)

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ اردو کے ایک مستند ادیب اور عالمِ صوتیات سمجھے جاتے ہیں ان کی تحریریں ایک مخصوص سلیقہ اور فکر میں قابلِ قدر سلجھاؤ ہوتا ہے۔ "املانامہ" انہیں کی ایک جامع تدوین ہے، اور آج تک املے کی معیار بندی اور درستی پر جو کچھ شائع ہوا ہے، اس میں بلاشبہ ایک ممتاز مقام رکھتی ہے۔ لائق مرتب نے علمی پس منظر میں ان سفارشات کو اس خوبی سے پیش کیا ہے کہ ایک عالم سے لے کر معمولی تعلیم یافتہ تک ان سے مساوی طور پر استفادہ کر سکتا ہے۔ ان تجویزوں میں معقولیت کے ساتھ لچک موجود ہے۔ درستی املا کا کام سائنٹفک طریقے پر سب سے پہلے فاضلِ اجل ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے شروع کیا۔ جسے انجمن ترقی اردو نے بھی اپنایا۔ ڈاکٹر نارنگ کی کتاب کی بنیاد یہی کام ہے۔ ڈاکٹر نارنگ کی خصوصیت یہ ہے کہ نہ تو انہوں نے روایت کو جوں کا توں قبول کیا ہے، اور نہ اسے کلیتاً رد ہی کیا ہے۔ ان کا راستہ بڑا صحت مند اور بین بین ہے۔ جہاں جہاں اختلافِ آرا کی گنجائش نکلتی ہے۔ وہاں دوسرے نقطہ ہائے نظر کا پوری طرح لحاظ کر کے اپنی تجویزیں پیش کی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو اس بات کا پوری طرح احساس ہے کہ سفارش صرف تجویز ہے۔ سرکاری حکم نہیں۔ (کتاب نما۔ جنوری ۱۹۷۵ء)

اب "املانامہ" کے متعلق گوپی چند نارنگ کا مقدمہ طبع اوّل ملاحظہ فرمائیں۔ یہ مقدمہ مارچ ۱۹۷۴ء میں لکھا گیا تھا۔

اردو ایک ہند آریائی زبان ہے، لیکن اس کا رسم الخط سامی خاندان کی زبان عربی سے ماخوذ ہے۔ عربی سے اس رسم الخط کو فارسی نے لیا ہے۔ اور فارسی سے یہ اردو میں آیا۔ صدیوں کے اس تہذیبی اور تاریخی سفر میں اس رسم الخط میں بہت سی تبدیلیاں ہوگئیں۔ اردو دنیا کی ان چند انتہائی متمول زبانوں میں سے ہے جن کا دامن اخذ و استفادے کے اعتبار سے ایک سے زیادہ لسانی خاندانوں سے بندھا ہوا ہے۔ اس کے ذخیرۂ الفاظ کا تقریباً تین چوتھائی حصہ ہند آریائی ماخذ یعنی سنسکرت، پراکرتوں اور اپ بھرنشوں سے آیا ہے۔ تو ایک چوتھائی حصہ جو دراصل ہند آریائی گروہ کی زبانوں میں اس کے امتیاز و افتخار کا ضامن ہے۔ سامی اور ایرانی ماخذ یعنی عربی، فارسی زبانوں سے لیا گیا ہے۔ اردو کے ذخیرۂ الفاظ میں جو بے مثل تنوع اور رنگارنگی ملتی ہے وہ اردو صوتیات میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ اردو صوتیات میں ایک پرت تو ہند آریائی آوازوں کی اور اس کے ساتھ ساتھ دراوڑی آوازوں کی ہے۔ اور دوسری اتنی ہی اہم پرت مشرقِ وسطیٰ کی زبانوں سے ماخوذ آوازوں کی ہے۔ اردو دنیا کی ان چند "تہ دار" زبانوں میں سے ہے جس میں متعدد منفرد اور ممتاز صوتیاتی نظام ایک وسیع تر لسانی پیکر میں ڈھل کر بیک وقت کام کرتے ہیں۔ یہ "کثیر لسانیت" جہاں اردو میں ایسی وسعت، لوچ اور لطافت پیدا کر دیتی ہے جو دوسری ہند آریائی زبانوں کے لئے لائقِ رشک ہے۔ وہاں رسم الخط سے ایسے تقاضے بھی کرتی ہے جن کو پورا کرنا آسان نہیں۔ اردو جیسی مخلوط و ممزوج زبان کے لئے خواہ کسی بھی ایک خاندان کا رسم الخط اپنایا جاتا، دوسرے خاندان کی آوازوں کو ظاہر کرنے کے لئے اس میں نئی گنجائشیں نکالنی ہی پڑتیں۔ چنانچہ زمانۂ قدیم میں جب اردو، عربی فارسی رسم الخط میں لکھی جانے لگی تو کئی علامتیں ایسی تھیں، جن کے لئے آوازیں نہیں تھیں۔ اور کئی آوازیں ایسی تھیں جن کے لئے علامتیں نہیں تھیں۔ وقتاً فوقتاً نئی علامتوں کا اضافہ ہوتا رہا اور تبدیلیوں کا سلسلہ صدیوں تک جاری رہا۔ زبان کے ارتقا کے ساتھ ساتھ یہ تبدیلیاں از خود ہوتی رہیں اور لکھنے والے اپنے اپنے طور پر لکھاوٹ کی صحت کا التزام کرتے رہے۔ اس وقت کسی معیار بندی یا ضابطے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ رسم الخط ایک نئی وضع پر آ رہا تھا۔ اور اردو کے "کثیر صوتیاتی" مزاج سے ہم آہنگ ہونے کا عمل جاری تھا۔

برطانوی اقتدار کے قائم ہو جانے کے بعد جب مستشرقین اردو کی طرف متوجہ ہونے شروع ہوئے، اور خصوصاً فورٹ ولیم کالج کے قیام سے کچھ پہلے اور بعد میں بھی جب اردو لغات اور قواعد کی کتابیں لکھی جانے لگیں تو اردو رسم الخط کے مطابق صحت سے لکھنے کے مسائل یعنی املا پر بھی توجہ کی جانے لگی۔ جان جوشوا کیٹلر، جان گل کرسٹ، جوزف ٹیلر، ٹامس روبک، جان شکسپیئر، ڈنکن فاربس، ایس ڈبلیو فیلن اور جان پلیٹس ان چند مستشرقین میں ہیں جن کے لغات اور صرف و نحو کی کتابوں میں اردو املا (ORTHOGRAPHY) سے باخبری کا گہرا احساس پایا جاتا ہے۔ مستشرقین کی تصانیف میں اکثر اردو الفاظ یا جملوں کو رومن حروف میں لکھنا پڑتا تھا۔ جس کے لئے اردو حروفِ تہجی اور رومن حروفِ تہجی میں مطابقت کا کوئی نہ کوئی نظام قائم کرنا ضروری تھا۔ اس کے علاوہ غیر اہلِ زبان کو اردو پڑھانے کے لئے ان قاعدوں اور ضابطوں کو بھی سمجھنے سمجھانے کی ضرورت تھی جن کے مطابق حروف کے جوڑنے سے الفاظ اور عبارت لکھی جاتی ہے۔ مستشرقین کی یہ کوششیں تقریباً ایک صدی جاری رہیں۔ لیکن خود اردو والوں نے ان امور کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی۔ یوں تو انیسویں صدی میں جب لکھنؤ کو ادبی مرکزیت حاصل ہو گئی، تو دہلی اور لکھنؤ کی ادبی و لسانی چشمک میں جی کھول کر ہندی کی چندی کی گئی۔ لیکن زبان کے جن پہلوؤں پر زیادہ توجہ صرف ہوئی، وہ شعری زبان سے متعلق تھے، بول چال کی زبان اور نثر کی زبان برابر بے توجہی اور غفلت کا شکار رہی۔ متروکات، تذکیر و تانیث اور صحت استعمال ہی کو زبان کی کل کائنات سمجھا جاتا تھا۔

بیسویں صدی کی دوسری دہائی سے جب اردو ادب کے قدیم سرمائے کی تلاش و تحقیق کا کام شروع ہوا۔ اور جب مولوی عبدالحق کے زیرِ نگرانی انجمن ترقی اردو سے قدیم تذکرے، دواوین اور کلیات مرتب ہو کر شائع ہونے لگے۔ تو ترتیب و تدوین کے مسائل کے ساتھ ساتھ صحتِ املا کا خیال بھی ذہنوں میں آیا۔ مولوی عبدالحق نے قواعدِ اردو لکھی اور اسٹینڈرڈ انگریزی اردو لغت کا کام بھی مکمل کرایا۔ اس دوران میں اردو املا کی بے قاعدگیوں کا احساس اور بھی شدید ہوا ہوگا۔ بیسویں صدی میں تین خاص لغات بھی منظرِ عام پر آئے: فرہنگ آصفیہ، سید احمد دہلوی؛ نور اللغات، نور الحسن نیر کاکوروی؛ اور جامع اللغات، فیروز الدین۔ لیکن سائنسی نظر کے فقدان کی وجہ سے ان میں املا کے مسائل پر وہ توجہ نہ ہو سکی جو ہونی چاہیئے تھی۔

اس صدی کی تیسری اور چوتھی دہائیوں میں تحریکِ آزادی کی رفتار کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی قومی زبان کا مسئلہ سامنے آیا، اور "ہندوستانی" کی تحریک خاصی اہمیت اختیار کر گئی۔ مہاتما گاندھی چونکہ اعلان کر چکے تھے کہ "ہندوستانی" کے لئے دیوناگری اور اردو دونوں "لپیوں" کو اپنایا جائے گا اس لئے دونوں کو اپنا اپنا گھر سنبھالنے کی فکر ہوئی۔ اردو میں اس کا اظہار دو طرح سے ہوا۔ اول تو یہ کہ اردو رسم الخط کو خالص صوتی بنیادوں پر سادہ اور سہل بنایا جائے۔ (ڈاکٹر جافر حسن، آسان رسمِ خط، حیدر آباد، ۱۹۴۰ء) دوسرے یہ کہ اردو رسم الخط کی جیسا وہ ہے، مدافعت کی جائے۔ (سید مسعود حسن رضوی ادیب، اردو زبان اور اس کا رسم الخط، لکھنؤ، ۱۹۴۸ء؛ عبدالقدوس ہاشمی، ہمارا رسم الخط، انجمن، دلی (قبل ۱۹۴۷ء)؛ محمد الیاس برنی، اردو ہندی رسم الخط، حیدر آباد، ۱۹۴۶ء (؟))

اردو رسم الخط کی ان بحثوں میں شریک ہونے والی ایک شخصیت ایسی بھی تھی جس نے اپنی صلاحیتوں کا بڑا حصہ اردو املا کے لئے وقف کر دیا۔ اردو والوں کو ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کا ممنون ہونا چاہیئے کہ انہوں نے اردو املا کے مسائل پر نہ صرف خود لکھا بلکہ دوسروں کو بھی اس طرف توجہ دلائی۔ انہوں نے اپنی متعدد تحریروں، خطوں، تبصروں اور مضامین کے ذریعے اردو املا کے بارے میں برتی جانے والی عام بے توجہی اور بے حسی کو بے نقاب کیا۔ اور املا کے مسائل پر عالمانہ نظر ڈال کر وقتاً فوقتاً اصلاحی تجویزیں پیش کیں۔ ۱۹۴۳ء میں جب انجمن ترقی اردو نے کمیٹی اصلاحِ رسم خط مقرر کی تو مولوی عبدالحق کی دعوت پر اس کا اجلاس ۲۲۔ مارچ ۱۹۴۳ء کو سید ہاشمی فرید آبادی کی ابتدائی تجاویز پر غور کرنے کے لئے انجمن کے دفتر واقع دریا گنج دہلی میں منعقد ہوا۔ جس میں مولوی عبدالحق اور سید ہاشمی فرید آبادی کے علاوہ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، برج موہن دتاتریہ کیفی اور وہاج الدین کفتوری نے شرکت کی۔ اس کمیٹی کی تجاویز جنہیں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے مرتب کیا تھا۔ ۱۶۔ ستمبر ۱۹۴۳ء کو اخبار ہماری زبان میں شائع کی گئیں۔ اور ۲۱۔ جنوری ۱۹۴۴ء کو کل ہند اردو کانفرنس کے ناگپور اجلاس میں رسم خط کی ذیلی مجلس میں پیش ہوئیں۔ یہ تجاویز خاصے غور و مباحثے کے بعد ترمیم و اضافے کے ساتھ منظور کی گئیں۔ اور جنوری ۱۹۴۴ء کے رسالہ اردو میں شائع کی گئیں۔ (ص ۱۰۳ - ۱۲۰)

کمیٹی اصلاحِ رسم خط کی ان سفارشات پر انجمن ترقی اردو سے شائع ہونے والی کتابوں اور رسالوں میں عمل ہونا شروع ہی ہوا تھا کہ برصغیر کی تقسیم سے اردو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو ہندوستان میں اپنی زندگی کی نئی کشمکش سے دوچار ہونا پڑا۔ اور املا کی معیار بندی کی کوششوں پر اوس سی پڑ گئی۔ تاہم سرکردہ محققین اور مصنفین کے ہاں جن میں ڈاکٹر سید عابد حسین، سید مسعود حسن رضوی، امتیاز علی عرشی، قاضی عبدالودود، مالک رام، ڈاکٹر نذیر احمد اور ڈاکٹر گیان چند جین کے نام خاص طور پر لئے جا سکتے ہیں، صحتِ املا کا التزام رہا۔ لیکن بہ حیثیتِ مجموعی اردو املا طرح طرح کی بے قاعدگیوں اور بے اعتدالیوں کا شکار رہا۔

(۲)

اردو میں املا کے مسائل کئی طرح کے ہیں ان میں سے بعض بنیادی مسائل وہ ہیں جو مستعار الفاظ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اردو لفظیات کا امتیازی حصہ عربی، فارسی سے ماخوذ ہے۔ ان زبانوں سے آنے والے ہزاروں لفظ اردو میں رچ بس گئے ہیں۔ اور اردو کے اپنے ہو چکے ہیں۔ اردو ایک آزاد اور خود مختار زبان ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جہاں مستعار لفظوں کا طریقِ املا اردو کے رائج طریقِ املا سے مختلف ہے۔ وہاں اصل کی پیروی کرنی چاہیئے یا انہیں اردو کے قاعدے سے لکھنا چاہیئے؟ ایسی ایک مثال ان عربی لفظوں کی ہے جن کے آخر میں ی کے اوپر الف لکھا جاتا ہے۔ جیسے ادنیٰ، اعلیٰ، عیسیٰ، موسیٰ، دعویٰ، اس قبیل کے کئی الفاظ اردو میں پورے الف سے رائج ہو چکے ہیں، مولا، تقاضا، تماشا، تمنا۔ ان کے بارے میں قاعدہ کیا ہونا چاہیئے؟ ایسے کئی الفاظ جن کے بیچ میں الف مقصورہ آتا ہے۔ پہلے ہی عام الف سے لکھے جاتے ہیں جیسے رحمٰن اور رحمان، اسمٰعیل اور اسماعیل، سلیمٰن اور سلیمان، ابرٰہیم اور ابراہیم، مولٰنا اور مولانا۔ اس املائی دو عملی سے کس طرح بچا جائے اور اس سلسلے میں کیا اصول اپنایا جائے؟

عربی، فارسی کے کئی الفاظ میں لکھنے میں نون آتا ہے لیکن پڑھا میم جاتا ہے۔ جیسے گنبد، انبساط، انبوہ۔ ان کی تقلید میں کئی دیسی الفاظ بھی جو میم سے بولے جاتے ہیں، خواہ مخواہ نون سے لکھے جاتے ہیں: اچنبھا، تنبولی، چنپا، چنبیلی۔

اردو میں سینکڑوں دیسی لفظ مستعار الفاظ کی نقل میں خفی ہ سے لکھے جاتے ہیں۔ غنچہ، کشتہ، زردہ، پردہ میں تو اصلاً ہ ہے۔ لیکن بھروسہ، ٹھیکہ، ٹھوسہ، دھبہ، اکھاڑہ، انڈہ، اڈہ، راجہ، باجہ، گینڈہ، سہرہ، دسہرہ میں اس کا کیا جواز ہے؟

آنکھ کو آنکھہ، ہاتھ کو ہاتھہ، بیٹھ کو بیٹھہ، مجھ کو مجھہ اور کچھ کو کچھہ عام طور پر لکھا جاتا ہے جو غلط ہے۔ یہ بات بھی عام طور پر معلوم نہیں کہ خفی ہ کی آواز ہ کی نہیں، خفیف مصوتہ (مثلاً زبر) کی ہے۔

ذ اور ز کے بارے میں بھی اردو میں خاصا خلطِ مبحث ہے۔ قاضی عبدالودود نے اس بارے میں تفصیل سے لکھا ہے کہ مرزا غالب فارسی میں ذال کے وجود کے قائل نہیں تھے۔ اس لئے گزشتن اور پزیرفتن کو صحیح سمجھتے تھے۔ حالانکہ صحیح صورتِ حال اس کے برعکس ہے۔ یہ غلط روش یہاں تک عام ہوئی کہ کئی لوگ گزارش کو گذارش، شکرگزار کو شکر گذار اور گذشتہ کو گزشتہ لکھنے لگے۔

ہمزہ اردو میں عربی سے آیا۔ عربی میں ہمزہ جس آواز کے لئے استعمال ہوتا ہے، اردو میں اس کا وجود نہیں کے برابر ہے۔ عربی میں ہمزہ کی حیثیت مصمتے کی ہے۔ اردو میں ہمزہ مصوتوں کے ساتھ آتا ہے۔ باوجود اس قلبِ ماہیت کے ہمزہ اردو املا کا ایسا ناگزیر جزو ہے جس کے بغیر اردو املا کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اردو میں ہمزہ کی کیا ضرورت ہے۔ اور ہم ہمزہ کو استعمال کرنے پر کیوں مجبور ہیں، اس کا کوئی واضح شعور ذہنوں میں نہیں۔ ہمزہ کے استعمال کے سلسلے میں اردو میں بڑی بے اعتدالیاں برتی جاتی ہیں۔ مثلاً عربی کے کئی الفاظ کے آخر میں اصلاً ہمزہ ہے، جیسے ابتداء، انتہاء، علماء، فضلاء، قدماء، ادباء، حکماء۔ اردو میں یہ الفاظ چونکہ ہمزہ کے خاص تلفظ کے ساتھ رائج نہیں۔ ان میں ہمزہ کا استعمال کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اسی طرح چاہیے، لیے، کیجیے، دیے، پیے جیسے کو چاہیئے، لیئے، کیئے، دیئے، پیئے، جیسے بھی لکھا جاتا ہے۔ نیز دیجیے، کیجیے، لیجیے وغیرہ افعال کی تصریفی صورتوں میں بھی ہمزہ کے معاملے میں خاصا انتشار ہے۔ بعض لوگ انہیں ی سے لکھتے ہیں، بعض ہمزہ سے اور بعض دونوں سے۔ اضافت کے لئے بھی ہمزہ کی غلط نگاری عام ہے۔ اس بات کا شعور عام نہیں کہ نغمۂ شب، جلوۂ مجاز اور کشتۂ ناز میں ہمزہ کیوں لکھنا چاہیئے۔ اور راہِ نو، تہِ دریا اور نگاہِ دل نواز میں اضافت کسرے سے کیوں ہوگی؟ نیز پرتوِ خیال، شمعِ روشن، زندگیِ جاوید یا رنگینیِ مضمون میں اضافت کیسے ظاہر کی جائے گی؟

املا کے کئی مسائل ایسے ہیں جن کا تعلق اردو کی صوتیات سے ہے۔ ایک ہمہ گیر زبان میں جو ملک بھر کے دور دراز خطوں، علاقوں اور شہروں میں بولی جاتی ہو۔ مقامی اثرات کا لہجے اور تلفظ کے اختلاف میں ظاہر ہونا قدرتی بات ہے۔ املا کا کام معیاری تلفظ کا اظہار ہے۔ لیکن بعض مثالیں ایسی بھی مل جاتی ہیں جہاں ایک سے زیادہ معیاری شکلیں موجود ہیں۔ اور دونوں طرح کے تلفظ کی سند مل جاتی ہے۔ ایسی صورتوں میں فیصلہ کیا ہونا چاہیئے؟

اردو صوتیات میں ہکار آوازوں کی خاص اہمیت ہے۔ اردو میں ان کے لئے الگ سے حروف نہیں۔ لیکن ان کے اظہار کا اطمینان بخش طریقہ موجود ہے۔ (بھ، پھ، تھ دھ، ٹھ ڈھ، چھ جھ، کھ گھ، ڑھ)۔ پھر بھی یہ صوتی تصور ابھی تک پوری طرح ذہن نشین نہیں ہو سکا کہ ہائے مخلوط کو ہکار آوازوں کے لئے مخصوص کر دینا چاہیئے۔ ہے کو ھے، چاہیے کو چاھیے، ہی کو ھی یا مجھ کو مجھہ، بیٹھ کو بیٹھہ اور آٹھ کو آٹھہ لکھنے کی روش قدیم زمانے سے چلی آتی ہے۔ اور تو اور، گھر اور گہر، بھر اور بہر، پھر اور پہر، پھاڑ کو پہاڑ، بھاری کو بہاری، بھن کو بہن یا دھلی کو دہلی میں امتیاز روا نہیں رکھا جاتا۔

نون غنہ خالص اردو کی چیز ہے۔ عربی میں نون غنہ نہیں۔ قدیم و جدید فارسی میں اس کا وجود کہیں ہے، کہیں نہیں ہے۔ اردو میں ہم نون کا نقطہ اڑا کر اس کو غنیت کے لئے کام میں لاتے ہیں، جبکہ لفظ کے بیچ میں نقطہ ضروری ہے۔ حرف و صوت کی اس عدم مطابقت سے کہیں کہیں دقت پیدا ہوتی ہے۔ اردو میں کئی لفظ ایسے ہیں جن کے بارے میں عام طور پر یہ معلوم نہیں کہ ان میں نون غنہ کا صحیح مقام کیا ہے۔ لفظ گانو بہ معنی بستی تین چار طرح لکھا جاتا ہے۔ گانو، گاؤں، گانوں اور گاؤں۔ یہی حال پانو، چھانو اور اس قبیل کے دوسرے الفاظ کا ہے۔ اس انتشار کو ختم کرنے کے لئے معیار بندی بے حد ضروری ہے۔

حرف علت کی کمی کے فائدے اپنی جگہ ہیں لیکن اس سے بعض املائی دقتیں بھی پیدا ہوتی ہیں مثلاً تیر، تیر، پیر، پیر، بین، بین، میرا، میرا اور میل، میل میں جو فرق ہے۔ یا دور، دور، طور، طور، چور، چور، مول، مول میں جو فرق ہے۔ اسے ہم اعراب کی عدم موجودگی میں سیاق و سباق کی مدد سے سمجھ تو لیتے ہیں، لیکن واؤ کی تین آوازوں (واؤ معروف، واؤ مجہول اور واؤ ماقبل مفتوح) اور ی کی تین آوازوں (یائے معروف، یائے مجہول اور یائے ماقبل مفتوح) کے صوتی اور املائی امتیازات عام طور سے نہ پڑھانے والوں کے ذہن میں واضح ہوتے ہیں، نہ پڑھنے والوں کے۔ زیر، زبر، پیش، اور الف مد ملا کر اردو کے کُل دس مصوتے ہوئے۔ ان دس مصوتوں کا اعرابی نظام ابھی تک مسلّم نہیں۔ اور قاعدوں اور ابتدائی کتابوں میں عجیب و غریب انتشار ملتا ہے۔ املا نامہ میں ان تمام مسائل پر توجہ کی گئی ہے اور پورے غور و خوض اور بحث و تمحیص کے بعد، سادہ اور صاف زبان میں سفارشیں پیش کی گئی ہیں، نیز پہلی بار اردو کے دس مصوتوں کے لئے مکمل اعرابی نظام پیش کیا گیا ہے جو سہل بھی ہے اور سائنٹفک بھی۔

ڈاکٹر ایس اے اختر

ایک چھوٹی سی بات

ہمارے گھروں میں بچوں کی پیدائش کے فوراً بعد ایک عدد چوسنی بچے کے منہ میں دینا ایک ضروری امر سمجھا جاتا ہے تو یہ ایک چھوٹی سی بات مگر طبی نقطہ نظر سے یہ بے حد معیوب اور خطرناک فعل ہے۔ مائیں تو یہ سمجھتی ہیں کہ ہمارا بچہ چوسنی لینے سے روتے روتے چپ ہو گیا ہے لیکن اس چوسنی کی وجہ سے بچے کے پیٹ میں جو جراثیم جاتے ہیں اس کی وجہ سے بچے کو میعادی بخار۔ دستوں کی بیماری اور دیگر کئی امراض لاحق ہو جاتے ہیں خاص طور پر جب چوسنی پر مکھیاں بھی بیٹھ چکی ہوں۔ اس کے علاوہ گلے میں لٹکتی ہوئی چوسنی بچے کے پہنے ہوئے کپڑوں پر سے کاٹن اور اون کے باریک دھاگے۔ پولیسٹر۔ نائلون اور ٹیٹرون کے باریک ریشے سمیٹ کر بچے کے پیٹ میں پہنچا دیتی ہے۔ جس سے کئی قسم کی خطرناک بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ اس لئے بچوں کے لئے چوسنی کا استعمال بالکل نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ ہزاروں بچوں کی جان لے چکی ہے۔

مالی قربانی کو اس طرح دوام بخشیں کہ آپ کی عمر کے ساتھ ساتھ آپ کو ہمیشہ اچھی اداؤں کی تلاش رہے اور اس رنگ میں خدا کے حضور پیش کیا کریں کہ دیتے وقت آپ کے اندر ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہو جایا کرے۔ آپ کا دل نرم ہو جایا کرے۔ آپ سمجھ لیا کریں کہ یہ وہ کیفیت ہے جو ضرور قبول ہوگی۔

(ارشاد حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بین المملکتی حالات، واقعات، شخصیات ـــــ نون۔ سین

ای۔ سی۔ او

اقتصادی تعاون کی تنظیم (ای۔سی۔او) کے متعلق وزارت خارجہ کے وزیر مملکت مسٹر محمد صدیق خاں کانجو نے کہا ہے کہ اس کے ذریعے خاصی جلدی ترقی کی جائے گی۔ اس تنظیم کے جو اہداف ہیں ترقی اور خوشحالی۔ امید ہے کہ انہیں جلد جلد حاصل کر لیا جائیگا آپ اس تنظیم کی تیسری میٹنگ سے خطاب کر رہے تھے بطور چیئرمین آپ نے کہا کہ یہ ایک ایسا دائرہ کار مہیا کرتی ہے جس کے ذریعے ہم اپنے وسائل کو اکٹھا کر کے ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہوئے جلد جلد ترقی کر سکتے ہیں اور ہماری تجارت اور صنعت پر بہت اثر کر سکتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ ممبر ممالک کے لوگ اس بات کی امید لگائے بیٹھے ہیں کہ یہ تنظیم واضح ایجنڈے کے ساتھ آگے بڑھے گی۔ اور ہر ملک کی اہلیت کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ان وسائل سے فائدہ اٹھایا جائیگا تو خاصی ترقی کے حصول کے امکانات ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم دنیا کے نظام سے الگ ہو کر کوئی نئی بات تو نہیں کر رہے البتہ ہمارا آپس کا تعاون ہمارے لئے یقیناً مفید ثابت ہوگا۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ آپس کے مناقشات تو جاری رہتے ہیں اور نئی ایسی باتیں بھی سامنے آجاتی ہیں جن سے جھگڑوں کا امکان ہوتا ہے اور بین المملکتی تعلقات بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ خاص طور پر امن کے سلسلے میں۔ انہوں نے اس سلسلے میں فلسطین کشمیر اور بوسنیا کا ذکر کیا۔ اسی طرح ترکی کا بھی لیکن انہوں نے یہ بھی کہا کہ ان سب باتوں کے باوجود ہمارا آپس کا تعاون نہ صرف ہمارے لئے بلکہ دنیا کے دیگر خطوں کے لئے بھی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ آپ نے کہا کہ عالمی برادری کو چاہیئے کہ وہ مناقشات کو ختم کرنے کے لئے اقدام کرے۔ اگر علاقائی طور پر ممالک آپس میں تعاون کر سکیں تو ساری دنیا امن کی زندگی بسر کر سکتی ہے۔ اس تنظیم کے متعلق آپ نے کہا کہ وقت آگیا ہے کہ عملی اقدام کئے جائیں۔ تنظیم کے سیکرٹری جنرل شمشاد احمد نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ اس تنظیم نے تاریخی طور پر یہ بات حاصل کر لی ہے کہ اراکین میں توسیع کو منظور کر کے اپنے ممبروں کی تعداد تین سے بڑھا کر دس کر لی ہے۔ اسلامک کانفرنس تنظیم کے سیکرٹری ڈاکٹر حامد الغابد نے کہا کہ اس تنظیم سے نئے دروازے کھلیں گے اور اس علاقے کے لوگ بہتر زندگی بسر کرنے لگیں گے۔ ای۔سی۔او کے کونسل آف منسٹرز سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ای۔سی۔او کے اکثر افراد او آئی سی کے بھی ممبر ہیں اور او۔آئی۔سی کو اس بات سے خاصا اطمینان حاصل ہوتا ہے کہ ایسی تنظیمیں وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی جائیں۔ ایران کے وزیر خارجہ ڈاکٹر علی اکبر ولائتی نے کہا کہ تیسری دنیا کے ممالک کے لئے اب اور کوئی بات نہیں رہ گئی سوائے اس کے کہ وہ اپنے تعلقات کو بڑھائیں اور ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہوئے سارے علاقے کی ترقی کا باعث بنیں۔ انہوں نے کہا کہ دنیا میں ترقی کے سلسلے میں اس قدر جلد جلد تبدیلیاں ہو رہی ہیں کہ اب ہمارے لئے وقت ضائع کرنے کا کوئی موقعہ نہیں ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہمیں یہ توقع نہیں رکھنی چاہیئے کہ ترقی یافتہ ممالک ہماری ویسی ہی امداد کر سکیں گے جیسی کہ ہمارے لئے ضروری ہے۔ انہوں نے ان ممالک پر بے اعتمادی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں خود اپنے لئے سب کچھ کرنا ہے۔ دیگر ممالک کے نمائندوں نے بھی اس موقعہ پر ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا۔

ڈاک کا نظام

وزیر مملکت برائے کمیونی کیشن محمد اعظم خان ہوتی نے گذشتہ روز کہا کہ تمام ضلعی مراکز کے ڈاکخانوں کو جدید خطوط پر استوار کیا جائے گا اور اس طرح ڈاک کی سروس کو بہتر بنانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔ وزیر موصوف نے کہا کہ محکمہ ڈاک کو کارپوریشن بنانے کے بعد کئی نئی اصلاحات شروع کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ڈاکخانوں میں فرنچائزڈ پوسٹ آفس کی سروس کا اضافہ کیا گیا ہے اور یہ نجی سیکٹر کا کام ہے۔ آپ نے کہا کہ یہ بات نہایت ضروری ہے کہ ٹیلی کمیونی کیشن سروس اور ڈاک کا سسٹم بہتر سے بہتر بنایا جائے تاکہ تاجروں کو اور صنعت کاروں کو اپنے اقتصادی فروغ کے لئے آسانیاں میسر آسکیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان ٹیلی کمیونی کیشن کارپوریشن بذات خود ایک بہت بڑا اقدام ہے اور اب ڈاکخانوں کو بھی اس کے مطابق ترقی دینے کے لئے ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔ آپ نے کہا کہ ڈاکخانے۔ ڈاک کی ٹکٹیں مہیا کرتے ہیں اور اس بات کا عوام الناس کو علم نہیں کہ وہ اسی قیمت پر ٹکٹیں مہیا کرتے ہیں جس پر ڈاکخانے کو ملتی ہیں۔ یعنی جتنا ان پر خرچ آتا ہے اس کے مطابق ہی ان کی قیمت رکھی جاتی ہے۔ وزیر اعظم پاکستان اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ٹکٹوں کی قیمت میں اضافہ کیا جائے۔ جہاں تک جدید طریقوں کا تعلق ہے آپ نے کہا کہ ڈاک پر مہریں لگانا اور ڈاک کو الگ الگ سارٹ کرنا ایسی چیزیں ہیں جنہیں ضلعی مراکز پر اس کی مشینیں مہیا کی جائیں گی اور امید ہے کہ ایسا کرنے سے ڈاک کا انتظام خاصا بہتر ہو جائے گا۔ اور ڈاک کے تمام آئٹم جلد سے جلد لوگوں تک پہنچائے جا سکیں گے۔

افغانستان میں جنگ

افغانستان میں پھر جنگ زور پکڑ گئی ہے۔ کابل پر جو حملے کئے گئے ہیں اس میں سفارت خانوں کو بھی نقصان پہنچا ہے اور سفارتی عملے میں سے بعض کی جانیں بھی ضائع ہوئی ہیں چنانچہ متعدد سفارت خانوں نے تھوڑا تھوڑا سٹاف چھوڑ کر باقی سب کو کابل سے نکال لینے کا پروگرام بنایا ہے پاکستان کے سفارت خانے کو بھی خاصا نقصان پہنچا ہے۔ اگرچہ کہا یہ گیا ہے کہ نقصان پہنچانے والے کا مقصد پاکستانی سفارت خانے کو نقصان پہنچانا نہیں تھا بلکہ اس علاقے میں جہاں دوسروں کا نقصان ہوا ہے وہاں پاکستانی سفارتخانے کا بھی نقصان ہوا ہے۔ اور وزارت خارجہ کے نمائندے نے ایک ہفتہ داری پریس میٹنگ پر کہا کہ کابل پر نئے حملوں کی وجہ سے ہمارے سفارت خانے کے متعدد افراد کو وہاں سے نکالا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی حکومت کو اس بات پر تشویش ہے کہ افغانستان میں پھر جنگ شروع ہو گئی ہے اور اس سلسلے میں اقوام متحدہ کے چار سرکاری افسروں کا قتل کیا جانا خاصی اہمیت کا حامل ہے اور تشویش کو بڑھاتا ہے۔ پاکستان کو امید ہے کہ شاہ فہد نے جو اقدام کیا ہے یعنی افغانستان میں جھگڑنے والی تمام پارٹیوں کو سعودی عرب آنے کی دعوت دی ہے اس سے حالات کافی حد تک بہتر ہو جائیں گے۔ پاکستان اس دعوت نامے کو خوش آمدید کہتے ہوئے کہا ہے کہ واقعی افغانی لیڈر چھوٹی چھوٹی باتوں کو اور اپنے ذاتی مفاد کو چھوڑ کر ملک کے مفاد میں سعودی عرب جا کر مفاہمت کر لیں گے۔ وزارت خارجہ کے نمائندے نے کہا کہ پاکستان افغانستان سے رابطہ رکھے ہوئے ہے اور ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ وہاں ایک کثیر بنیاد حکومت کے قیام کے لئے جنگ بندی ہو جائے اور تمام دھڑے اس قسم کی کوششوں میں ہاتھ بٹائیں۔ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے وزارت خارجہ کے اس نمائندے نے کہا کہ پاکستان کے وزیر اعظم اس وقت سعودی عرب میں ہیں اور افغانستان کے مسئلے پر نہایت اہم گفتگو کر رہے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ وہ اس بات کا انتظام کر رہے ہیں کہ یہ مسئلہ کس طرح حل ہوگا۔ انہوں نے مزید کہا کہ پاکستان نے افغانستان کے صدر کو یہ پیغام پہنچا دیا ہے کہ ہمیں یہاں دوبارہ جنگ چھڑ جانے سے بہت تکلیف ہے۔ ہم یہ کوشش کرتے رہیں گے کہ تمام دھڑوں میں آپس میں صلح ہو جانی چاہیئے تاکہ سب مل جل کر ایک ایسی حکومت بنائیں جسے استحکام مل سکے۔

روس کی اقتصادیات

روس کے صدر بورس یلسن نے کہا ہے کہ ان کے ملک کی اقتصادیات تباہ ہو چکی ہے۔ انہوں نے اس سلسلے میں اپنی وزارت اقتصادیات کو اس تباہی کا باعث ٹھہرایا اور کہا کہ یہ وزارت سرمایہ کاری کے سلسلے میں کچھ نہیں کر سکی۔ مسٹر یلسن نے کہا کہ اگرچہ خاصی سرمایہ کاری کی جا سکتی تھی لیکن اس سلسلے میں وزارت نے کوئی کام نہیں کیا اور سرمایہ کاری نہ ہو سکنے کی وجہ سے روس کی اقتصادیات بہت بری طرح متاثر ہوئی ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ گذشتہ سال کسی طرح بھی کوئی سرمایہ کاری کے لئے کارروائی نہیں کی گئی۔ اس سلسلے میں ضروری بات یہ ہے کہ ۱۹۹۳ء میں اب پوری طرح زور لگایا جائے۔ گذشتہ غلطیوں کو سامنے رکھتے ہوئے آئندہ ان سے بچنے کی کوشش کی جائے اور مہم کو تیز کیا جائے۔ مسٹر یلسن نے کہا کہ ۳۵۰۰ ارب روبل تجارت میں لگا دینا ایک بہت بڑی غلطی تھی۔ کیونکہ اس سلسلے میں کسی نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ یہ روپیہ کہاں گیا اور اسے کس طرح استعمال کیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ صحیح سمت میں سرمایہ کاری ہوتی تو ملکی اقتصادیات پر اس کا اچھا اثر پڑتا۔ انہوں نے مزید کہا کہ اقتصادیات مالیات کی وزارتوں اور مرکزی بینک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سارے آپس میں مل کر کام نہیں کرتے نہ ایک دوسرے سے مشورہ کرتے ہیں نہ نئی سکیموں کے لئے سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں یہ ساری باتیں مسٹر یلسن نے اس وقت کہیں جب انہوں نے وزیر مال کی رپورٹ سنی۔ اس میں کیا شک ہے کہ مرکزی بنک اور وزارت اقتصادیات اور وزارت مال مل جل کر کام نہ کریں تو کوئی سکیم بھی کارگر نہیں ہو سکتی۔ بلکہ کسی سکیم کے بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مسٹر یلسن نے ان وزارتوں کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کروائی کہ مستقبل میں انہیں آپس میں مشورے بھی کرنے چاہئیں اور سکیمیں بھی مل جل کر بنانی چاہئیں۔ اور جہاں کہیں بھی روپیہ لگایا جائے اسکی پڑتال کی جانی چاہئے کہ روپیہ صحیح جگہ پر لگا ہے اور اس سے مفید نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ کے سربراہ نے روس کو مشورہ دیا ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبے میں کم خرچ کرنے کی کوشش کریں۔ انہوں نے کہا کہ اگر افراط زر اسی طرح جاری رہا تو اصلاحات کی تمام سکیمیں ناکام ہو کر رہ جائیں گی۔

بقیہ: صہ ۳

اب آیئے قانونی معاملے کی طرف جس کا میں نے آغاز میں ذکر کیا ہے۔ یہ بات دیکھ کر کہ ہمارے ملک میں کس حد تک ناروا داری پیدا ہو چکی ہے انسان حیران رہ جاتا ہے اور دیکھا گیا ہے کہ بعض اوقات اقلیتوں کو انصاف ملنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ پریس میں ایک خبر ۶ جنوری ۱۹۹۳ء کو شائع ہوئی تھی (دی نیوز) اس کا متن یہ ہے:۔

"کچھ عرصہ ہوا ایک احمدی فیملی کے سربراہ کو حراست میں لے لیا گیا تھا۔ جبکہ اس کے ایک بچے (۔) کی شادی ہونے والی تھی۔ اسے آرڈیننس ۲۰۔ ۱۹۸۴ء کے تحت حراست میں لیا گیا تھا۔ اس آرڈیننس کے ذریعے احمدیوں کو اس بات سے روکا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہیں اور اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کہیں۔ یہ آرڈیننس انہیں اذان دینے سے بھی روکتا ہے۔ اس موقعہ پر جو جرم سرزد ہوا وہ یہ تھا کہ ایک خاندان نے خدا کا نام لیا اور درود وسلام کہا۔ اور یہ باتیں ایک دعوتی کارڈ پر لکھ کر کی گئیں۔ یہ دعوتی کارڈ شادی کی تقریب کے سلسلے میں تھا۔ لاہور ہائی کورٹ نے حراست میں لئے گئے شخص کی ضمانت لینے سے انکار کر دیا لیکن حال ہی میں سپریم کورٹ آف پاکستان نے اسی فیصلے کو بدل دیا۔"

(یہ سارا متن ہے نیوز کی خبر کا)

اگر اس سارے واقعے کا تجزیہ کیا جائے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم اکثریت میں ہونے کے باوجود یہ ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ ہمیں اس طرح خوف زدہ ہونا چاہیئے۔ اور کیا ہمارا مذہب اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہم اتنی تنگ دلی سے غیر مسلموں کی طرف سے درود وسلام کے معاملے کو دیکھیں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بہت سے ہندو شاعروں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں نعتیں لکھیں اور بہت سی مشہور ہستیوں نے مثلاً نپولین برنارڈ شا، تھامس کارلائل، برٹرنڈ رسل، آرنلڈ ٹائن بی اور دیگر ایسی ہی بڑی شخصیتوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی خوبیوں کی اپنی تحریروں میں تعریف کی ہے۔ یہ سب بھی غیر مسلم تھے۔ کیا ان سب کو بھی سزا ملنی چاہیئے میں اپنے اس مضمون کو اس بات پر ختم کرتا ہوں کہ اپنے مسلمان بھائیوں کو غور و فکر کرنے کے لئے یہ بات کہوں کہ ہمیں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت پر بھی توجہ دینی چاہیئے۔

(انشراح ۔ ۴ ۱ ۔)

بقیہ صہ ۱

ہے کہ اے (ایمان والو!) متقی بن جاؤ۔ اس بزرگ نے تقویٰ کے معنی بہت درست کئے ہیں۔ تقویٰ کے معنی بچاؤ کرنے کے ہیں انسان کا نفس جسم ہے۔ پاکیزگی اور طہارت اس کا لباس ہے اور دنیاوی پلیدیاں اور گندگیاں کانٹے ہیں جو ہر وقت پاکیزگی اور طہارت کے لباس کو پھاڑنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ انسان کا یہ کام ہے کہ اپنی ساری زندگی اس راستہ سے صحیح وسلامت گزرنے کی کوشش کرے اور اس کو ایک تنگ راستہ سمجھے۔

(از خطبہ ۱۹ مارچ ۱۹۱۵ء)

دفتر سے خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

کس نے کیا کہا ــــ فرنٹیئر پوسٹ ۲۔ فروری ۱۹۹۳ء

ڈاکٹر سلام ـــ پاکستان کا فخر

میں "فرنٹیئر پوسٹ پبلی کیشنز" کو مختلف موضوعات پر سات کتب کی اشاعت پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک وہ بھی ہے جو

Dr. Salam: Pakistan's pride

I congratulate "Frontier Post Publications" for publishing seven books on various topics which also include Urdu translation of "Ideals and Reality" written by the world renowned Pakistani scientist and Nobel Laureate Dr Mohammad Abdus Salam.

The book was first published in 1983 by the largest third world publisher of scientific books and journals "World Scientific", Singapore.

The book has gone through three editions. Its Arabic, Persian, Bengali, Italian and Spanish editions have already appeared.

Urdu translation has been available since 1985 but no publisher was prepared to publish the same as Dr. Salam was an Ahmadi.

Dr. Salam is the most acclaimed and honoured Pakistani Physicist in the world. He is not only one of the greatest scientists of the century, but also a multi-faceted personality.

His reflections on science, technology, education, history, philosophy, religion, economics, politics and general problems of under development in the third world are very important, thought-provoking and very valuable. He joins the list of giants like Newton, Yukawa and Fermi. He is likely to get another Nobel Prize in near future.

Reports from London indicate that his health is not in good shape for the last two years. He had gone to USA for treatment and now feels much better. He moves in a wheel-chair and travels throughout the world delivering lectures, reading papers and attending seminars.

Recently, he had gone to Kuwait to attend an international seminar. I request my fellow Pakistani countrymen to pray for his early and full recovery.

N.A. KHALID, Lahore.

عالمی شہرت کے حامل اور نوبل انعام یافتہ پاکستانی سائنس دان ڈاکٹر محمد عبدالسلام کی لکھی ہوئی کتاب "آئیڈیلز اینڈ ریئلٹی" "IDEALS REALITY" کا اردو ترجمہ ہے۔

یہ کتاب پہلی دفعہ ۱۹۸۳ء میں "ورلڈ سائنٹفک" سنگاپور نے شائع کی تھی۔ جو تیسری دنیا میں سائنسی کتب اور جرائد کی اشاعت کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔

اس کتاب کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اور اس کے عربی، فارسی، بنگالی، اٹیلین اور سپینش ایڈیشن بھی پہلے ہی شائع ہو چکے ہیں۔

اس کا اردو ترجمہ ۱۹۸۵ء سے موجود تھا۔ لیکن کوئی پبلشر اسے شائع کرنے کو تیار نہیں تھا۔ کیونکہ ڈاکٹر سلام ایک احمدی.... ہیں۔

ڈاکٹر سلام دنیا میں سب سے زیادہ مشہور اور تعریف کے حامل پاکستانی ماہر فزکس ہیں۔ وہ نہ صرف اس صدی کے عظیم ترین سائنس دانوں میں سے ایک ہیں۔ بلکہ ایک ایسی شخصیت ہیں جسکی صلاحیتوں کے کئی میدان ہیں۔

ان کے وہ خیالات جو انہوں نے سائنس ٹکنالوجی، تعلیم، تاریخ، فلاسفی، مذہب، اقتصادیات، سیاست اور تیسری دنیا کے ممالک کی پسماندگی کے مسائل کے بارے میں ہیں۔ ان کو بہت اہم سمجھا جاتا ہے۔ ان کے خیالات نہایت بیش قیمت ہوتے ہیں اور ان سے سوچ اور فکر کی نئی نئی راہیں کھلتی ہیں۔ ان کا شمار نیوٹن، یوکاوا، اور فرمی جیسی سائنسی قدآور شخصیات میں ہوتا ہے۔ اور امکان ہے کہ مستقبل قریب میں ان کو ایک اور نوبل پرائز مل جائے۔

لندن سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق ان کی صحت پچھلے دو سال سے اچھی نہیں ہے۔ وہ علاج کے لئے امریکہ گئے۔ اب وہ بہت بہتر محسوس کرتے ہیں۔ وہ وہیل چیئر پر ہوتے ہیں۔ اور اب بھی دنیا بھر کا دورہ کرتے ہیں اور لیکچر دیتے ہیں۔ پیپر پڑھتے ہیں اور سیمیناروں میں حصہ لیتے ہیں۔

حال ہی میں وہ کویت گئے۔ جہاں انہوں نے ایک سیمینار میں شرکت کی۔ میں اپنے پاکستانی بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ ان کی جلد اور کامل صحتیابی کے لئے دعا کریں۔

این۔ اے۔ خالد ــ لاہور

ڈش انٹینا ــــ ڈش انٹینا
مضبوطی اور معیار میں بلندتر
اعلیٰ کوالٹی کے ڈش انٹینا مختلف سائز میں دستیاب۔ پاکستان میں ہر جگہ فٹنگ کا انتظام کم قیمت میں بہترین پرفارمنس ایک سال کی مکمل گارنٹی کے ساتھ
ڈش ماسٹر اقصیٰ روڈ ربوہ
فون دکان : ۲۲ ۸۳۱
فون رہائش بشارت احمد خان ۲۸۷

الفضل میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

ربوہ : ۲۱ فروری ۔ سردی ایک بار پھر عود کر رہی ہے ۔ آج صبح گذشتہ دنوں سے خاصی زیادہ سردی تھی

○ سپریم کورٹ نے کہا ہے کہ وفاقی حکومت اور اٹارنی جنرل نے ذمہ داری پوری نہیں کی ہمیں کسی خوفناک منصوبے کا شک ہے ۔ مرزا اسلم بیگ کے وکیل فخر الدین جی ابراہیم نے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ آرمی چیف کے عہدے پر فائز شخص ان حالات میں ملک کے مفاد میں ایسا ہی کرنے کا ڈیوٹی باؤنڈ ہے ۔ جو اسلم بیگ نے کیا ۔ چیف جسٹس صاحب نے کہا کہ جنرل بیگ کا یہ کہنا کہ ۱۹۸۸ء میں چیف جسٹس کو سوچ سمجھ کر پیغام بھجوا دیا تھا یوں لگتا ہے وہ ہمیں پٹواری سمجھتے ہیں ان کا واسطہ اعلےٰ عدالتوں سے نہیں پڑا ۔ وہ ججوں کو نہیں جانتے چیف جسٹس صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ جنرل صاحب درست ہیں یا پریس یہ جاننے کے لئے ہم نے مواد اکٹھا کرنے کی کوشش کی لیکن مایوسی ہوئی ۔ لاہور پریس کلب کے پاس بیان کی ٹیپ ریکارڈنگ ہے نہ مسودہ یہی جواب اخبارات کا تھا ۔ چیف جسٹس صاحب نے کہا ہے کہ کتنا بڑا عہدے دار بھی ہو توہین عدالت کی سزا سے نہیں بچ سکے گا ۔ فخر الدین جی ابراہیم کے بیان پر چیف جسٹس نے کہا کہ اخبارات میں آپ نے اپنے بیان میں جو باتیں کہی ہیں وہ نہیں کہنا چاہئیں تھیں ۔ جب فخر الدین جی ابراہیم نے کہا کہ پہلے ایسی کوئی روایت نہیں تو چیف جسٹس نے کہا پہلے ہم عموماً گریز کرتے رہے لیکن آئندہ کسی نے توہین عدالت کی تو بچ نہیں سکے گا ۔

○ صدارتی انتخابات کے لئے بتایا گیا ہے کہ ایوانِ صدر میں سیل نے کام شروع کر دیا ہے ۔ کہا گیا ہے کہ سیل مختلف گروپوں اور ارکین اسمبلی کی آراء کا جائزہ لے گا ۔ اس مہم کے جواز کے سلسلے میں کہا گیا ہے کہ صدر امیدوار ہے تو انتخابی مہم بھی چلائے گا ۔

○ پشاور کے عجائب گھر میں لاکھوں کا غبن بتایا جاتا ہے ۔ بیس برس کا ریکارڈ غائب کر دیا گیا ہے ۔ اور کہا گیا ہے کہ سرحد اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کو میوزیم سے نوادرات کی چوری اور غبن کی تحقیقات میں مشکلات کا سامنا ہے ۔

○ غیر ملکی کالوں کے نرخوں میں فی منٹ تین سے چودہ روپے تک کا اضافہ ۔ بیرونِ ملک جانے والے تمام پاکستانیوں کا منشیات کے استعمال کے حوالے سے میڈیکل ٹیسٹ لینے کے بارے میں غور کیا جا رہا ہے ۔

○ جرمن چانسلر ہلمٹ کوہل نے کہا ہے کہ بھارت ایٹمی عدم پھیلاؤ کے معاہدے پر دستخط کرے اور ایٹمی عدم پھیلاؤ کے معاہدے اور اس کے متعلق کنٹرول کے قواعد کی بھی توثیق کرے ۔ ایسا کرنے کے بعد ہی جرمنی اور بھارت اقتصادی اور تکنیکی تعاون کر سکیں گے ۔

○ بتایا گیا ہے کہ مسجد نبوی میں مزید توسیع پر دس ارب ریال خرچ کئے جائیں گے ۔ یہ منصوبہ آئندہ حج سیزن سے پہلے مکمل ہو جائے گا ۔ اس میں اڑھائی لاکھ افراد بیک وقت نماز ادا کر سکیں گے ۔

○ بوسنیا کے سفیر نے کہا ہے کہ اقوام متحدہ ظلم نہیں روک سکا اس لئے ہم اس کی امداد ٹھکرا سکتے ہیں ۔ انہوں نے مزید کہا کہ مسلمان عورتوں سے جنسی زیادتی مہذب دنیا کی ناکامی ہے ۔

○ عالمی مالیاتی فنڈ نے شرائط پوری نہ ہونے پر ایک ارب ڈالر کی امداد روکنے کا فیصلہ کر لیا ۔ اگلے بجٹ کو ٹیسٹ کیس بنا دیا گیا ہے ۔ بجٹ خسارہ آٹھ فیصد سے کم کر کے ہر حال میں ۸ء۴ فیصد تک لانا ہوگا ۔

○ سری نگر میں غیر معمولی تعداد میں فوجی دستے تعینات کر دیئے گئے ہیں سرکاری عمارتوں پر پہرا لگا دیا گیا ہے اور مختلف علاقوں کی ناکہ بندی کر کے گھر گھر تلاشی کا کام شروع کر دیا گیا ہے ۔

○ روس میں مخالفین کو سزا کے طور پر سائبیریا بھیجنے کی قدیم روایت اب ختم کر دی گئی ہے ۔ سٹالن کے دور میں اس یخ بستہ علاقے میں باقاعدہ لیبر کیمپ قائم کئے گئے تھے ۔

○ ایران کے صدر ہاشمی رفسنجانی نے یورپین ریاستوں کو خط لکھے ہیں جن میں ان کے سلمان رشدی کے متعلق خیالات پر غم و غصہ کا اظہار کیا گیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے خلاف جو فتویٰ موجود ہے اسے کسی طرح بھی منسوخ نہیں کیا جائے گا ۔ اس سے پہلے بھی یہ کہا گیا ہے کہ فتویٰ دینے والا ہی فتویٰ منسوخ کر سکتا ہے ۔ اور چونکہ وہ وفات پا چکا ہے اس لئے اب اس فتویٰ کے منسوخ کئے جانے کا کوئی امکان نہیں ۔

○ وزیر خزانہ سرتاج عزیز نے کہا ہے کہ ملکی اقتصادیات موجودہ اصلاحات کے ساتھ پوری طرح ہم آہنگ نہیں ہو رہیں ۔

○ امریکہ کے ماہرین کہتے ہیں کہ بھارت نے یہ اہلیت حاصل کر لی ہے کہ وہ ایک ہفتے میں جوہری توانائی کا اسلحہ تیار کر لے ۔

○ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل بطرس غالی نے بوسنیا کے فوجیوں پر الزام لگایا ہے کہ وہ خورد و نوش کی اشیاء مستحقین تک پہنچنے نہیں دیتے ۔ بتایا گیا ہے کہ بوسنیا کے مسلمان صدر عزت بیگووچ نے اب محاصرہ اٹھا لیا ہے اور از خود جنگ بندی کا اعلان کر کے خورد و نوش کا سامان پہنچانے کے لئے راہ کھول دی ہے ۔

○ اگرچہ بھارت کی حکومت نے بی جے پی کے بعض کارکنوں کو حراست میں لے لیا ہے لیکن پارٹی کا کہنا ہے کہ وہ اس کے باوجود اپنے مظاہرے پروگرام کے مطابق کرے گا ۔

○ افغانستان کے ایک گورنر غلام محمد ہیلی کاپٹر کے حادثے میں ہلاک ہو گئے

○ بتایا گیا ہے کہ موٹروے کے اخراجات میں ۲۰٪ اضافہ ہو جائے گا ۔

○ امریکہ کے نئے وزیر خارجہ نے مشرق وسطیٰ کا دورہ مکمل کر لیا ہے انہوں نے اس دورے میں مصر، اردن اور اسرائیل اور دیگر ممالک سے گفت و شنید کے ذریعے یہ کوشش کی ہے کہ مشرق وسطیٰ میں قیام امن کا آئندہ سیشن باقاعدہ تاریخ کے مطابق شروع ہو جانا چاہیئے ۔

عطیات بھجوائیں

نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے شعبہ "امداد طلبہ" سے مستحق، نادار اور یتیم طلباء و طالبات کو تعلیمی وظائف دیئے جاتے ہیں ۔ یہ شعبہ صدر انجمن میں مشروط بآمد شعبہ کے طور پر ہے ۔ اس کے اخراجات عطیات اور صدقات کے ذریعہ پورے کئے جاتے ہیں جماعت کے صاحب حیثیت اور مخیّر احباب سے گزارش ہے کہ وہ عطیات اور صدقات کی رقوم براہ راست بنام نگران امداد طلبہ یا خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں بمد امداد طلبہ بھجوائیں ۔

بے اولاد

مردوں کیلئے کورس

SPERMATOZOA COURSE Rs 200/-

عورتوں کیلئے کورس

بانجھ پن کورس STERILITY COURSE Rs 100/-

اٹھرا کورس ATHRA COURSE Rs 100/-

تفصیلی لٹریچر مفت

کیوریٹو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو) کمپنی

رجسٹرڈ ۔ ربوہ

فون :- ۶۰۶ - ۷۷۱

ضرورت ہے

۱۔ آٹو ربڑ سپیئر پارٹس کا کام سیکھنے والے لڑکے جن کی عمر ۱۸ تا ۲۵ سال ہو ۔ دوران ٹریننگ ۸۰۰/- روپے ماہوار وظیفہ دیا جائے گا ۔ رہائش فری ہوگی ۔

مبارک بھائی

پتہ : پٹہ کمانی فیکٹری گلی نمبر ۵ نزد الفرخ مارکیٹ کوٹ شہاب دین جی ٹی روڈ شاہدرہ لاہور ۔ فون :- ۲۷۰۹۳۶ ۲۷۱۷۷۹

پیتہ